''جمہوریت'' کا بانس اور بے سُری بانسری

تحریر: سہیل احمد لون

پیسے کی اہمیت اور قدر و منزلت سے کسی بھی دور میں انکار نہیں کیا گیا۔عید کے موقع پر نئے نوٹوں کی گڈیاں بازار میں بلیک میں بکنا شروع ہو جاتیں ہیں۔ نئے نوٹوں کی کرکراہٹ سے بڑے بڑے حضور کب ''حضرت'' بن جاتے ہیں پتہ بھی نہیں چلتا۔عید پر بچوں کو جو سب سے اچھی چیز لگتی ہے وہ عیدی ہوتی ہے اگر وہ نئے نوٹوں کی صورت میں ہو تو اس کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔ کچھ منچلے اور شوقین مزاج کسی ناچنے والی کے ایک ٹھمکے پر نئے نوٹوں کی برسات کرنے پر اپنے آپ کو حاتم طائی تصور کرنا شروع کر دیتے ہیں۔حقیقت میں دیکھا جائے تو نوٹ میں کھوٹ نہ ہو تو اس سے فرق نہیں پڑتا کہ وہ نیا ہے یا پرانا اس کی قیمت اور اہمیت میں کوئی خاص فرق نہیں پڑتا۔نوٹ کو ہاتھوں سے مسل دیا جائے یا جوتے ،پان، چائے یا کافی کے داغ لگا دیے جائیں، پسینے،گرمی اور گرد و غبار سے میلا کچیلا ہو جائے، حتیٰ کہ پھاڑ کر ٹیپ لگا کر جوڑ دیا جائے تب بھی اس کی طاقت برقرار رہتی ہے۔ان کے چاہنے والوں کی تعداد میں کبھی اس وجہ سے کمی نہیں آئی کہ نوٹ پرانے ہیں یا داغ دار۔نوٹوں میں اگر اتنی کشش ہے تو بھلا اس چیز میں کتنی کشش ہو گی جس کے حصول کے لیے نوٹوں کی برسات کر دی جائے،لوٹوں کا منہ نوٹوں سے بھر دیا جائے، ایمان کا سودا کر دیا جائے، چاپلوسی میں سبقت لے جانے کی سر توڑ سعی کی جائے، جھوٹ و مکر کا جال بنایا جائے،ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچیں جائیں،اپنوں کا خون بہا دیا جائے، بہو بیٹیوں کا سودا کر دیا جائے،قرآن پر حلف دے کر اس سے منکر ہو جائے ،جعلی ڈگریوں کا سہارا لیا جائے ،کبھی اسلام کا نعرہ لگایا جائے تو کبھی جمہوریت کا، کبھی روٹی کپڑے اور مکان کا تو کبھی روشن خیالی کا، اپنی عوام کو آپس میں لڑا کر کبھی دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اتحادی افواج سے اپنے بیگناہ لوگوں کو مروا کر.....!!!یہ کم بخت ''کرسی'' ہی ہے جس کے حصول کے لیے لوگ کسی حد تک جانے کو تیار ہو جاتے ہیں جب یہ کسی طرح مل جائے تو اس پر براجمان رہنے کے لیے کوئی بھی غلیظ ہتھکنڈا استعمال کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی جاتی۔ایک گدی نشین کو جس طرح عدالتی فیصلے کی وجہ سے کرسی چھوڑنا پڑی وہ بھی سب کے سامنے ہے۔میڈیا لیکس کی وجہ سے سپریم کورٹ کے خلاف بنایا گیا جال تو وقتی طور پر کٹ گیا مگر شکاری اتنے ہوشیار بلکہ مکار ہیں کہ وہ ایک جال تک محدود نہیں۔وزیر اعظم کی کرسی روایتی انداز میں پانچ برس کی مدت سے پہلے خالی ہو گئی جسے ''پر'' کرنے کے لیے امیدواروں کی لائن ویسے ہی تھی جیسے قومی ٹیم میں کپتان بننے کے لیے لگی ہوتی ہے۔دونوں میں ایک چیز مشترک ہے کہ منصب پر اسے بٹھا دیا جاتا ہے جس میں مثبت کارکردگی دکھانے کا فقدان ہو،اہلیت اور قابلیت کا خانہ خالی ہو مگر خوشامدی اور مبالغہ آرائی میں مہارت رکھتا ہو۔مولانا فضل الرحمان پر کوئی فضل نہ ہوا،قمر زماں کائرہ کی قابلیت کا دائرہ کچھ وسیع تھا لہذا اسے بھی خاص دائرے میں محدود کر دیا گیا۔قرعہ راجا پرویز اشرف کے نام کا نکلا جنہیں ملک کا پچیسواں وزیر اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے۔راجہ پرویز اشرف کے وزیر اعظم بننے پر سب کو بڑا تعجب ہے کیونکہ جو اکلوتی وزارت کو چلانے میں ناکام ہو گیا، وہ بھلا ساری وزارتوں کا ''اعظم'' بن کر کیا کرے گا؟ جس نے اکلوتی وزارت سے کرپشن کا داغ لگوا لیا اس سے اب آگے کیا امید لگائی جا سکتی ہے؟ جو پائلٹ سیمنا اڑانے میں ناکام ہو جائے اسے اگر

مسافروں سے بھرا DC10 دے دیا جائے تو اس جہاز کا اللہ ہی حافظ.....!المیہ یہ ہے کہ جن کی آنکھوں میں نوٹوں کی پٹیاں بندھی ہوں تو ان کی نظر میں وزیراعظم کی کرسی کے لیے ایسے انسان کا انتخاب کرنے میں کوئی برائی نہیں جس کا دامن کرپشن سے داغ دار ہو، جو عوام سے کیے وعدے توڑنے میں کبھی ندامت محسوس نہ کرتا ہو، جھوٹ بولنے میں مہارت رکھتا ہو۔نوٹوں سے اور نوٹوں کے لیے کھیلنے والوں کے لیے اب وزیراعظم کا داغ دار اور گندہ کردار کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔جیسے نوٹ تو نوٹ ہے چاہے نیا ہو یا پرانا، داغدار ہو یا صاف.....اسی طرح وزیراعظم تو وزیراعظم ہوتا ہے چاہے اس کا کردار صاف ہو یا داغ دار.....اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ ہاں نوٹ میں کھوٹ ہو وہ تو نہیں چل سکتا مگر ہمارے ہاں کھوٹے لوگ منصب اعلیٰ پر فائز بھی ہو جاتے ہیں اور چل بھی جاتے ہیں۔نوٹ اور کرسی کیسی بھی ہو اس سے انکار بڑا مشکل ہوتا ہے۔اندھوں میں اگر کانا ''راجہ'' ہو سکتا ہے تو اندھیر نگری کا پرویز اشرف ''راجہ'' بن جائے تو کیا ہرج ہے؟ وزیراعظم بننے کے بعد پرویز اشرف نے پہلے بینظیر اور ذوالفقار علی بھٹو کی قبروں پر حاضری دی پھر قائداعظم کے مزار پر۔ جو انہیں کرنا بھی چاہیے تھا۔ بینظیر بھٹو کی قبر پر پھولوں کی چادر چڑھاتے وقت راجا پرویز اشرف نے ''جمہوریت سب سے بڑا انتقام ہے'' اس انتقام کو جاری و ساری رکھنے کا وعدہ بھی کیا ہوگا۔جس سے یقیناً ذوالفقار علی بھٹو اور بینظیر بھٹو کی روحوں کی بھی ''سکون'' نصیب ہوا ہوگا کہ ان کا وہ مشن جس کی خاطر ان کی جان چلی گئی اپنی پوری قوت کے ساتھ رواں دواں ہے۔جمہوریت کا دیا کہیں بجھ نہ جائے اس کے لیے میاں برادران بھی وفا کا تیل ڈالتے رہتے ہیں، ق لیگ قاتل لیگ سے قابل لیگ ہی صرف جمہوریت بچانے کے بنی، ایم کیو ایم بھی جمہوریت کے اس چراغ سے کبھی کبھار دکھاوے کی چھیڑ خانیاں کرتی نظر آئی مگر انہیں بھی پتہ ہے کہ یہ صرف جمہوریت کا چراغ نہیں بلکہ الہ دین کا چراغ ہے جس سے خوب فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔مولانا صاحب تو ہر بات آئین کے تناظر میں دیکھتے ہیں بھلا وہ اس دیے کو کیسے بجھنے دیں گے؟ اے این پی بھی جمہوریت کے چراغ تلے رہ کر اندھیرے میں نہیں رہنا چاہتی لہذا وہ بھی جمہوریت کے چراغ کا بھرپور فائدہ لینے کے لیے اس کے ساتھ ہے۔ جمہوریت بچانے کے لیے ایک وزیراعظم کی قربانی دی چکی ہے، اس کے بعد دوسرا بھی قربان ہونے کے لیے مچل رہا ہے۔جمہوریت بچانے کے لیے ہر کوئی وزیراعظم بننے کے لیے تیار ہے.....چاہے ایک دن کے لیے ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بعد میں تاحیات سابقہ وزیراعظم کا پروٹوکول بھی تو لینا ہے۔جمہوریت کی بانسری چاہے سریلی ہو یا بے سری.....اس سے کیا فرق پڑتا ہے بس جمہوریت کی بانسری بجنی چاہیے۔اگر عدالتی فیصلے نے ایک بانسری توڑ دی تو کیا ہوا یہ بانسری تو اب بجتی رہے گی۔کیونکہ جمہوریت کی اس بانسری کا بانس ایوان صدر میں بڑی تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے کیونکہ اس بانس کی جڑیں کافی مضبوط ہیں جس کی حفاظت میں بوٹوں والے بھی شامل ہیں۔جمہوریت بہرحال آمریت سے اچھی ہوتی ہے مگر اس بات کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ جمہوریت کی بانسری اتنی بے سری نہ ہو کہ لوگ کانوں کو ہاتھ لگانے پر مجبور ہو جائیں یا کانوں پر ہاتھ رکھ لیں۔جمہوری بانسری کے سر میں عوامی امنگوں کی ترجمانی ہونا لازمی ہے تاکہ عوام کو جمہوریت کی بانسری سے نفرت نہ ہو جائے۔اگر اس جمہوریت کی بے سری بانسری کچھ دیر اور ایسے ہی بجتی رہی تو پھر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ.....نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری.....!!! کیونکہ وطن عزیز کی زرخیز زمینوں نے پہلے بھی سالہا سال بانس پیدا کرنے سے انکار کیا ہے اور بانسری بنانے والے بھی زیرزمین چلے جاتے رہے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

24 -06-2012